**سینیٹ کے انتخاب کے طریقہ کار میں تبدیلی کے لیے عجلت میں قانون سازی نہ کی جائے: فافن**

اسلام آباد ، 29 جنوری ، 2021: فری اینڈ فیئر الیکشن نیٹ ورک (فافن) نے حکومت اور سیاسی جماعتوں پر زور دیا ہے کہ سینیٹ انتخابات میں اصلاحات کے لیے جلد بازی میں کسی طرح کی قانون سازی کرنے کی بجائے تفصیلی مشاورت کے بعد متفقہ اور جامع لائحہ عمل تشکیل دیا جائے۔

جمعہ کو فافن کی جانب سے جاری ایک بیان کے مطابق سینیٹ انتخابات سے محض ایک ماہ قبل تفصیلی بحث کے بغیر اوپن بیلٹ کیلئے آئینی ترمیم غیرمفید ثابت ہوسکتی ہے۔ تاہم اگر اس ضمن میں قانون سازی کرنا ناگزیر ہے تو حکومت کی جانب سے مجوزہ آئینی ترمیم کا اس پہلو سے بغور جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ آیا اس ترمیم سے سینیٹ انتخابات میں ووٹوں کی خرید و فروخت کا قلع قمع ممکن ہو بھی سکے گا یا نہیں۔ واضح رہے کہ قومی اسمبلی میں اکتوبر 2020 سے زیر التوا آئینی ترمیمی بل 2020 کے ذریعے سے آئین کی شق نمبر 59 اور 226 میں ترامیم تجویز کی گئی ہیں۔ تاہم ان مجوزہ ترامیم کے تحت سینیٹ انتخابات میں پارٹی ہدایات کے خلاف ووٹ ڈالنے والے قومی و صوبائی اسمبلی کے اراکین کے لیے کسی قسم کی سزا کا تعین نہں کیا گیا۔ فافن سمجھتا ہے کہ موجودہ حالت میں یہ ترمیم سینیٹ انتخابات میں ووٹوں کی خرید و فروخت کی روش کی بیخ کنی میں زیادہ مفید ثابت نہیں ہوگی۔ اس ترمیم میں پارٹی ہدایات کے برعکس ووٹ ڈالنے والے اراکین اسمبلی کے لیے سزا کا تعین کر کے اسے بامقصد بنایا جاسکتا ہے۔

اس سلسلے میں حکومت اور سیاسی جماعتوں کو سینیٹ کی Committee of the Whole کی جانب سے 2016 میں ’’اراکین سینیٹ کے انتخاب کے طریقہ کار‘‘ کے موضوع پر تیار کردہ رپورٹ میں پیش کی گئی سفارشات پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئیے۔ اس رپورٹ میں یہ تجویز دی گئی تھی کہ سینیٹ انتخابات میں خفیہ رائے شماری کا موجودہ طریقہ کار برقرار رکھا جائے تا ہم آئین کی شق 226 میں ترمیم کے ذریعے اس بات کی گنجائش نکالی جائے کہ بیلٹ پیپر پر رائے دہندگان کے نام پرنٹ کیے جائیں اور انتخابات کے نتائج کے اعلان کے بعد ہر پارٹی کے پارلیمانی لیڈر کو اختیار ہو کہ وہ اپنی پارٹی اراکین ِ اسمبلی کے ووٹنگ ریکارڈ تک رسائی حاصل کرسکے۔ اور اگر ووٹنگ ریکارڈ کے جائزے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی قانون ساز نے اپنے ووٹ کو پارٹی کی ہدایات کے برعکس استعمال کیا ہے تو اس صورت میں اسے پارٹی سے منحرف قرار دے کر اس کی رکنیت کے خاتمے کے لیے ریفرنس الیکشن کمیشن کو بھجوانے کی کارروائی کا آغاز کیا جاسکے۔ اس مقصد کیلئے رپورٹ میں آئین کے آرٹیکل 63 (A)(1)(b)میں ترمیم کی سفارش بھی کی گئی تھی ۔

مذکورہ رپورٹ اور سینیٹ کے انتخابات میں اصلاحات کے مطالبے کو اس وقت کے حکومتی اور اپوزیشن دونوں طرف کے اراکینِ سینیٹ کی حمایت حاصل تھی ۔ تاہم تب بھی اصلاحات کی نوعیت کے حوالے سے اختلافِ رائے موجود تھا ۔ چند سینیٹرز موجودہ بالواسطہ انتخابات کے طریقہ کار میں اصلاحات کے حامی تھے جب کہ کچھ کے خیال میں سینیٹ کے لیے بھی براہِ راست انتخابات یا متناسب نمائندگی کا کوئی دوسرا طریقہ استعمال کرنا چاہئیے۔

فافن کی تجویز ہے کہ سیاسی جماعتوں کو سینیٹ انتخابات کے لیے کسی نسبتاً زیادہ جمہوری طریقہ کار کا انتخاب کرنا چاہئیے جو براہِ راست انتخابات پر مبنی ہو اور وفاق کی علامت سمجھے جانے والے ایوان کے شایانِ شان ہو۔ اس ضمن میں سیاسی جماعتوں اور اراکینِ اسمبلی کو 1973 کے آئین میں سینیٹ کے ادارے کی تشکیل کی بنیادی غرض اور روح کو بھی سامنے رکھنا چاہئیے جس کی عکاسی آئین کمیٹی کی رپورٹ میں کی گئی تھی ۔ مرحوم عبدالحفیظ پیرزادہ کی سربراہی میں قائم آئین کمیٹی کی رپورٹ جو انہوں نے 31 دسمبر 1972 کو قومی اسمبلی میں پیش کی کے مطابق "… سینیٹ میں سیاسی جماعتوں کی نمائندگی اسی تناسب سے ہونی چاہئے جس تناسب سے ان کی نمائندگی صوبائی اسمبلی میں ہو۔"

فافن یہ سمجھتا ہے کہ سینیٹ میں سیاسی جماعتوں کی نمائندگی کو متعلقہ صوبائی اسمبلی میں ان جماعتوں کی نمائندگی سے ہم آہنگ کرنے کے لیے قانون سازوں اور سیاسی جماعتوں کو سنگل ٹرانسفریبل بیلٹ کی بجائےکسی نسبتاً سادہ طریقہ کار کو ترجیح دینی چاہئیے ۔ اس سلسلے میں متناسب نمائندگی کے طریقہ کار کو اختیار کرتے ہوئے سینیٹ میں سیاسی جماعتوں کو اسی تناسب سے نشستیں الاٹ کی جاسکتی ہیں جس تناسب میں اس جماعت کو متعلقہ اسمبلی کے عام انتخابات میں ووٹ ملے ہوں۔ بصورتِ دیگر سیاسی جماعتوں کی صوبائی اسمبلی میں موجود نشستوں کی بنیاد پر بھی انہیں سینیٹ میں نشستیں دی جاسکتی ہیں۔ اس طریقہ کار سے وہ تمام متوقع مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں جن کی خاطر اوپن بیلٹ کی تجویز دی جارہی ہے۔ تاہم اس طرح کے طریقہ کار کے استعمال کے لیے جامع انتخابی اصلاحات کی ضرورت ہو گی اور عام انتخابات اور سینیٹ انتخابات کے اوقات کو بھی ہم آہنگ کرنا ہوگا۔ واضح رہے کہ سینیٹ انتخابات کی موجودہ اسکیم آئین کے دیباچے میں درج اس اصول کے منافی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ریاست کا انتظام شہریوں کی منشا (جس کا اظہار وہ عام انتخابات میں اپنے ووٹ کے ذریعے کرتے ہیں) کے مطابق چلایا جائے گا۔

مثلاً پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمینٹیریز عام انتخابات 2008 میں سب سے بڑی جماعت بن کر ابھری اور اس نے مرکز میں مخلوط حکومت بھی تشکیل دی ۔ تاہم ایوان بالا میں اکثریت کے حصول کے لئے اسے 2012 تک انتظار کرنا پڑا۔ یعنی عوامی منشا کی حامل جماعت سینیٹ میں اکثریت نہ ہونے کی وجہ سے چار سال آزادانہ طور پر قانون سازی نہیں کر پائی۔ اسی طرح ، مسلم لیگ (ن) 2013 میں برسراقتدار آئی لیکن اس نے 2015 میں سینیٹ میں اکثریت حاصل کی ۔ یہی معاملہ پاکستان تحریک انصاف کی موجودہ حکومت کو بھی درپیش ہے ۔ پاکستان تحریک انصاف کے پاس اب تک ایوان بالا میں اتنی تعداد نہیں ہے کہ وہ اپنے قانون سازی کے وعدوں کو حقیقت کا روپ دے سکے ۔ مذکورہ تمام حکومتوں کے پاس عوامی مینڈیٹ تھا لیکن انہیں اپنی حکومت کی تقریبا نصف مدت تک سودے بازیوں کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ سینیٹ میں انہیں مطلوبہ حمایت حاصل نہ تھی اور اس کے آئندہ انتخابات عام انتخابات سے کئی سال بعد ہونا تھے۔

فافن کے بیان میں کہا گیا ہے کہ اگر خفیہ رائے شماری اور سنگل ٹرانسفریبل بیلٹ کے ذریعہ بالواسطہ انتخاب کا موجودہ طریقہ کار بنیادی آئینی اصولوں کو متاثر کرتا ہے تو ان حا لات میں حکومت اور اپوزیشن جماعتوں کو متناسب نمائندگی جیسے طریقہ انتخاب پر غور سے گریز نہیں کرنا چاہئیے۔